بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ماہنامہ اخبار احمدیہ جرمنی

جماعت احمدیہ جرمنی کا ترجمان

نگران: مبارک احمد تنویر، انچارج شعبہ تصنیف   مدیر: حامد اقبال

جلد نمبر 19 شمارہ نمبر 01۔ ماہ صلح 1393 ہجری شمسی بمطابق جنوری 2014ء

قرآن کریم

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی. وَاَنۡ لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی. وَاَنَّ سَعۡیَهٗ سَوۡفَ یُرٰی.

(النجم: 39 تا 41)

(جو یہ ہے کہ) کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتی۔ اور انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔ (نیز ان صحف میں لکھا ہے کہ) وہ (انسان) اپنی کوشش کا نتیجہ ضرور دیکھ لے گا۔

(ترجمہ: از تفسیر صغیر)

حدیث مبارکہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مومنوں میں سے ایمان کے لحاظ سے کامل ترین وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں اور تم میں سے خلق کے لحاظ سے بہترین وہ ہے جو اپنی عورتوں سے بہترین سلوک کرتا ہے''

(ترمذی کتاب النکاح حق المرأة علی زوجها)

اقتباس حضرت مسیح موعود علیہ السلام

''یہ بات بھی بدیہی ہے کہ انسان کو زیادہ مصیبت اس بات کی ہے کہ طرح طرح کے مصائب شدائد کسل وغیرہ کیڑے ایسے لگے ہوئے ہیں کہ اس کو کھاتے اور خدا سے روکتے ہیں اور انہیں کی وجہ سے انسان اور خدا کے درمیان ایک بڑا بعد پڑا ہوا ہے۔

پس اس مذہب میں ایسے وسائل ہوں جو اس کو روز بروز کھینچتے جاویں اور کامل یقین پیدا کر کے خدا سے ملا دیں۔

دنیا تو یہی سمجھی ہے کہ کیا ہم خدا کے منکر ہیں۔ لیکن اس کے اعمال کہتے ہیں کہ ضرور وہ منکر ہے میں نے اس بات کا ذکر اکثر کتابوں میں بھی کیا ہے دیکھو! اگر ایک سوراخ میں سانپ ہو تو ایک شخص اس بات کو جان کر اس سوراخ کے قریب جاوے گا؟ یا اس میں ہاتھ ڈالے گا؟ ایک بن میں بہت درندے رہتے ہیں کیا باوجود علم کے اس بن میں کوئی جاوے گا؟ ایک زہریلے کھانے کو علم پا کر کھاوے گا؟ پس معلوم ہوا کہ یہ امر یقین کے لوازم میں سے ہے کہ جس چیز کو مہلک سمجھتا ہے، اس کے قریب نہ جاوے۔ پس ایسا کیوں ہوتا ہے کہ ایک موقعہ پر حقوق انسانی کو چھینتا ہے، تلف کرتا ہے، رشوت لیتا ہے، چوری کرتا ہے، بدمعاشی کرتا ہے، نہ غصہ اعتدال پر ہے وغیرہ وغیرہ پھر پیرانہ سالی اس کو ان گناہوں سے چھڑاتی ہے۔ پر جب تک جسمانی قویٰ اس کے ساتھ ہیں ہر ایک قسم کی بدکاریاں کرتا ہے۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ اس کا خدا پر ایمان نہیں۔

ہر ایک اپنے نفس سے گواہی لے سکتا ہے کہ جیسا کہ اس کا حق ہے اعتدال پر چلنے کا۔ ویسا وہ نہیں چلتا۔ پس بڑا مقصود یہ ہے کہ یہ جو بے اعتدالیاں انسان سے ظہور میں آتی ہیں۔ ان پر غور کرے کہ ان کا کیا سبب ہے تو آخر معلوم ہوگا کہ جیسا کہ خدا سے ڈرنا چاہئے وہ پورا پورا نہیں ہے۔

بعض دفعہ احسان سے اور بعض دفعہ خوف سے گناہ کم ہو جاتے ہیں۔ جیسے نسبتاً شریر لوگ ایام امراض طاعون و ہیضہ میں نمازیں شروع کر دیتے ہیں۔ پس ضروری ہے کہ جہاں دو باتیں پائی جاویں۔ تعلیم پاک اور رفتہ رفتہ خدا تک پہنچ جانا وہی سچا مذہب ہے۔ اور یہ دونوں ذریعے ایسے ہیں کہ سوائے اسلام کے کہیں نہیں ملیں گے۔ جس خدا کو اسلام پیش کرتا ہے اس صفائی سے اور کسی مذہب نے پیش نہیں کیا۔ ایک طرف تو اسلام کی تعلیم اعلیٰ ہے دوسری طرف ایک شخص دس دن بھی تبدیلی کرے تو اس پر انوار و برکات نازل ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 330۔ ایڈیشن 2003 انڈیا)

حدیث وتشریح

اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَ ھُوَ عَلَی الْمِنْبَرِ وَھُوَ یَذْکُرُ الصَّدَقَۃَ وَ التَّعَفُّفَ عَنِ الْمَسْئَلَۃِ اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی

(موطا امام مالک)

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا اور اس میں ایک طرف صدقہ وخیرات کی اور دوسری طرف سوال سے بچنے کی نصیحت فرمائی اور فرمایا ''اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے''۔

تشریح: غربت اور فقر کے تمام امکانی خطرات میں سب سے زیادہ سنگین پہلو دنائت اور پست خیالی اور دوسروں کے سہارے پر زندگی گزارنے کی عادت ہے۔ جو اکثر غریبوں میں پیدا ہو جاتی ہے جب ایک غریب انسان امیروں کی فارغ البالی کی طرف دیکھتا ہے تو ایک طرف اس کے اندر پست خیالی اور احساس کمتری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور دوسری طرف وہ اپنی حالت کو بہتر بنانے کے لئے متمول لوگوں سے سوال کرنے کا عادی ہو جاتا ہے۔ ہمارے آقا آنحضرت ﷺ کی دوربین نظر نے غربت کے اس امکانی خطرہ کو دیکھا اور آپ کی روح اس خطرہ کے سدباب کے لئے بے چین ہو گئی۔ چنانچہ آپ کے احکام اس قسم کے ارشادات سے بھرے پڑے ہیں جن میں سوال کرنے کو انتہائی کراہت کی نظر سے دیکھا گیا ہے اور غریبوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ محنت کی روزی کمائیں اور سوال کرنے سے پرہیز کریں۔ زیر نظر حدیث بھی ان حدیثوں میں سے ایک ہے اس حدیث میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ گو متمول لوگوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے غریب بھائیوں کی امداد کریں مگر غریبوں کو بہر حال سوال سے پرہیز کرتے ہوئے اپنے آپ کو باوقار رکھنا چاہئے۔ اور پھر غرباء میں عزت نفس کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے فرماتے ہیں کہ ''اوپر کا ہاتھ (یعنی دینے والا ہاتھ) نیچے کے ہاتھ (یعنی لینے والے ہاتھ) سے بہتر ہوتا ہے''۔ ان مختصر الفاظ میں آپ نے خودداری اور عزت نفس کی وہ روح بھر دی ہے جس کی کامل تفصیل شاید ضخیم کتابوں میں بھی نہ سما سکتی۔

صحابہؓ کی مقدس جماعت نے جب آپؐ کے اس ارشاد کو سنا تو اسے اپنے سرآنکھوں پر جگہ دی۔ چنانچہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپؐ کے اس ارشاد کے بعد میں نے کبھی کسی سے کوئی امداد نہیں لی حتی کہ خلفاء کی طرف سے مقررہ امداد کی رقم آتی تھی مگر میں یہ کہتے ہوئے ہمیشہ انکار کر دیتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے جس ہاتھ کو اونچا رکھنے کا حکم دیا ہے میں اسے نیچا نہیں ہونے دوں گا۔ حضرت علیؓ آنحضرت ﷺ کے چچازاد بھائی بھی تھے اور داماد بھی تھے اور پھر آپ کے بعد اسلام کے چوتھے خلیفہ بھی ہوئے اور قریش کے ایک نہایت معزز گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا ہجرت کے بعد یہ حال تھا کہ کلہاڑا لے کر جنگل میں جاتے اور لکڑی کاٹ کر مدینہ میں لاتے اور اسے بازار میں بیچ کر اپنا گزارا چلاتے تھے مگر کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کیا۔ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ انہیں بعض اوقات کئی کئی دن کا فاقہ ہو جاتا تھا مگر کسی سے سوال نہیں کیا۔ ایک دفعہ بھوک نے نڈھال کر دیا تو صرف حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے اتنا پوچھا کہ فلاں قرآنی آیت کے کیا معنی ہیں؟

اس آیت میں بھوکوں کو کھانا کھلانے کی تاکید تھی مگر اس وقت حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے ان کا یہ اشارہ نہیں سمجھا۔ اور معمولی تشریح بیان کر کے آگے روانہ ہو گئے۔ اتفاق سے آنحضرت ﷺ یہ گفتگو سن رہے تھے آپ نے ابو ہریرۃؓ کو آواز دی کہ معلوم ہوتا ہے تمہیں بھوک لگی ہے۔ آؤ ادھر آؤ اور پھر آپؐ نے انہیں کچھ دودھ پینے کو دیا۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ایک دفعہ ایک سفر پر جاتے ہوئے ایک گھوڑسوار معزز صحابی کا کوڑا ان کے ہاتھ سے نیچے گر گیا۔ اس وقت ان کے آس پاس بعض پیدل لوگ بھی سفر کر رہے تھے مگر انہوں نے خود سواری سے نیچے اتر کر اپنا کوڑا اٹھایا۔ اور کسی سے امداد کے طالب نہیں ہوئے اور جب ان کے ایک ساتھی نے ان سے کہا کہ آپ نے ہمیں کیوں نہ کہہ دیا کہ ہم آپ کا کوڑا اٹھا کر آپ کو دے دیتے تو انہوں نے جواب میں کہا کہ رسول خدا نے سوال سے منع کیا ہے اور میں اگر آپ سے کوڑا اٹھانے کو کہتا تو یہ بھی گویا سوال ہی کا رنگ ہو جاتا۔

الغرض آنحضرت ﷺ کے صحابہ نے تعفف اور قناعت اور خودداری کا وہ نمونہ دکھایا کہ تاریخ اس کی نظیر لانے سے عاجز ہے اور آنحضرت ﷺ کی تعلیم کا کمال یہ ہے کہ ایک طرف اغنیاء کو ہدایت دی کہ اگر کوئی سوال کرے تو اسے رد نہ کرو اور دوسری طرف غرباء کو یہ تاکید فرمائی کہ عزت کی روٹی کھاؤ اور سوال سے پرہیز کرو۔ بظاہر یہ دونوں متضاد باتیں نظر آتی ہیں۔ لیکن حق یہ ہے کہ ان دونوں باتوں کا مرکب نظریہ ہی امیرو غریب کے باوقار برادرانہ تعلق کی صحیح بنیاد بن سکتا ہے۔ (چالیس جواہر پارے صفحہ 105 تا 107)

مشعلِ راہ

''ایک مومن کے لئے سال اور دن اس صورت میں مبارک ہوتے ہیں جب وہ اس کی توبہ کی قبولیت کا باعث بن رہے ہوں اور اس کی روحانی ترقی کا باعث بن رہے ہوں، اس کی مغفرت کا باعث بن رہے ہوں۔''

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''ہم ہر سال کی مبارک باد ایک دوسرے کو دیتے ہیں لیکن ایک مومن کے لئے سال اور دن اس صورت میں مبارک ہوتے ہیں جب وہ اس کی توبہ کی قبولیت کا باعث بن رہے ہوں اور اس کی روحانی ترقی کا باعث بن رہے ہوں، اس کی مغفرت کا باعث بن رہے ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ایک جگہ فرمایا ہے کہ اصل عید اور خوشی کا دن اور مبارک دن وہ ہوتا ہے جو انسان کی توبہ کا دن ہوتا ہے اس کی مغفرت اور بخشش کا دن ہوتا ہے۔ جو انسان کو روحانی منازل کی طرف نشاندہی کروانے کا دن ہوتا ہے جو انسان کو روحانی ترقی کے راستوں کی طرف راہنمائی کرنے والا دن ہوتا ہے۔ جو دن حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف توجہ دلانے والا دن ہوتا ہے جو دن اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتوں اور استعدادوں کو بروئے کار لانے کی طرف توجہ دلانے والا دن ہوتا ہے جو دن اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کے لئے عملی کوششوں کا دن ہوتا ہے۔ پس ہمارے سال اور دن اس صورت میں ہمارے لئے مبارک بنیں گے جب ان مقاصد کے حصول کے لئے ہم خالص ہو کر، اللہ تعالیٰ کی مدد مانگتے ہوئے، اس کے آگے جھکیں گے، اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔۔۔ پس آج اللہ تعالیٰ نے موقع دیا ہے کہ نئے سال کے پہلے ہی دن کو اس طرح دعاؤں سے سجاؤ کہ سارا سال قبولیت دعا کے نظارے نظر آتے چلے جائیں اپنے لئے دعائیں ہیں اپنے اہل وعیال کے لئے دعائیں ہیں احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے لئے قربانیاں کرنے والوں کے لئے دعائیں ہیں جماعتی ترقی کے لئے دعائیں ہیں۔ جن جگہوں پر ہیں اس ماحول اور معاشرے کے لئے دعائیں ہیں ملک کے لئے دعائیں ہیں ایک مومن تبھی حقیقی مومن بھی کہلا سکتا ہے جب جس ملک میں رہ رہا ہے، جس کا شہری ہے، اس کے لئے بھی دعا کر رہا ہو۔ پس یہ سب فرائض ہیں جو ایک احمدی کے سپرد کئے گئے ہیں اور ان کی ادائیگی انتہائی ضروری ہے۔ احمدیوں کی دعاؤں سے ہی دنیا کی بقا ہے۔ انسانیت کی بقا ہے جنت کے راستوں کی طرف راہنمائی ہے اگر خود ہی ان راستوں کی طرف نہیں چل رہے تو دوسروں کو کیا راستہ دکھائیں گے ہم احمدی تو اس زمانہ کے آدم کے ماننے والے بھی ہیں جو جنت سے نکلنے کیلئے نہیں آیا۔ جو نہ صرف دونوں جنتوں کا وارث بنا بلکہ جنت کی طرف لے جانے کے لئے اس تعلیم کے ساتھ آیا جو آپؐ کے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ لائے تھے۔۔۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ دنیا و آخرت کے حسنہ سے نوازتا رہے دینوی اور اخروی ہر قسم کے آگ کے عذاب سے ہمیں بچائے۔ نیکیوں پر قدم مارنے کی توفیق دے اور یہ سال بھی اور آئندہ آنے والا ہر سال بھی جماعت کے لئے، افراد جماعت کے لئے ہر قسم کے دکھوں اور تکلیفوں سے محفوظ رکھتے ہوئے ہر قسم کی حسنہ لے کر آئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ حقیقی رنگ میں تقویٰ پر چلتے ہوئے اس نور سے حصہ پاتے چلے جانے کی توفیق عطا فرماتا رہے جو حضرت محمد مصطفی ﷺ لے کر آئے تھے۔''

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ یکم جنوری 2010ء)

خداجوئی کے آداب

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جو شخص ہمارے پاس آتا ہے اور کھڑا کھڑا بات کر کے چل دیتا ہے، وہ گویا خدا سے ہنسی کرتا ہے۔ یہ خداجوئی کا طریق نہیں ہے۔ اور نہ اللہ تعالیٰ نے اس قسم کا قانون مقرر کیا ہے۔ **پس اول شرط خداجوئی کے لئے سچی طلب ہے۔ دوسری صبر کے ساتھ اس طلب میں لگے رہنا۔** یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس قدر عمر زیادہ ہوتی جاتی ہے، اسی قدر تجربہ بڑھتا جاتا ہے۔ پھر معرفت کے لئے زیادہ دیر تک صحبت میں رہنا ضروری ہوا یا نہیں؟ مَیں نے بہت سے آدمی دیکھے ہیں جو اپنی اوائل عمر میں دُنیا کو ترک کرتے اور چیختے اور چلاتے ہیں۔ آخر اُن کا انجام یہ دیکھا گیا کہ وہ دُنیا میں منہمک پائے گئے اور دُنیا کے کیڑے بن گئے دیکھو بعض درختوں کو سنیر و پھل لگا کرتے ہیں۔ جیسے شہتوت کے درخت کو عارضی طور پر ایک پھل لگتا ہے۔ آخر وہ سارے کا سارا گر جاتا ہے۔ اس کے بعد اصل پھل آتا ہے۔ اسی طرح پر خداجوئی بھی عارضی طور پر اندر پیدا ہوتی ہے۔ اگر صبر اور حسنِ ظن کے ساتھ صدق قدم نہ دکھایا جاوے، تو وہ عارضی جوش ایک وقت میں آکر یہی نہیں کہ فرو ہو جاتا ہے، بلکہ ہمیشہ کے لئے دل سے محو ہو جاتا ہے اور دُنیا کا کیڑا بنا دیتا ہے، لیکن اگر صدق و ثبات سے کام لیا جاوے تو اس عارضی جوش اور حق جوئی کی پیاس کے بعد واقعی اور حقیقی طور پر ایک طلب اور خواہش پیدا ہوتی ہے جو دن بدن ترقی کرتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کی راہ میں اگر مشکلات اور مصائب کا پہاڑ بھی آجائے تو وہ کچھ بھی پروا نہیں کرتا اور قدم آگے ہی بڑھاتا جاتا ہے۔ پس وہ انسان جو اس جوش اور خواہش کے وقت صبر سے کام لے اور سمجھ لے کہ اس کو آخر عمر تک نبھانا ہے۔ وہ بہت ہی خوش طالع ہوتا ہے اور جو چند تجربے کر کے رہ جاتا ہے اور تھک کر بیٹھ رہتا ہے تو اس کے ہاتھ میں صرف اتنا ہی رہ جاتا ہے کہ وُہ کہتا پھرتا ہے کہ مَیں نے بہت سے باتونی دیکھے اور دوکاندار پائے ایک بھی حق نُما اور خدا نُما نہ ملا۔

پس میری تو یہ نصیحت ہے۔ مَیں نہیں جانتا (کہ ہر ایک جو میرے پاس آتا ہے اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ خدا کے لئے آیا ہے اور خدا کو پانا چاہتا ہے) اُس کا کیا حال ہے۔ اس کی نیت کیسی ہے۔ مگر مَیں اتنا ضرور کہتا ہوں کہ جو اللہ تعالیٰ کی تلاش میں قدم اُٹھاوے۔ سب سے **اول اس کو لازم ہے کہ تصحیح عقائد کر لے۔** یہ معلوم کرے کہ کس خدا کو وہ پانا چاہتا ہے۔ آیا اس خدا کی تلاش میں وہ ہے جو واقعی دُنیا کا خالق اور مالک خدا ہے اور جو تمام صفاتِ کاملہ سے موصوف اور تمام بدیوں اور نقائص سے مبرا ہے۔ یا کسی عورت کے بچے خدا کی تلاش میں ہے یا اور ایسے ہی کمزور اور ناتواں ۳۳ کروڑ خداؤں کا جویا ہے، کیونکہ اگر اصلی محبوب اور مقصود کنارے پر ہی پڑا رہے، تو سمندر میں غوطہ زنی سے کیا حاصل؟

مَیں مثال کے طور پر کہتا ہوں مثلاً عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح ابن مریم جو ایک عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا اسی طرح پر جس طرح عام انسان پیدا ہوتے ہیں اور کھاتا پیتا ہگتا موتتا رہا۔ وہ خدا ہے۔ اب یہ تو ممکن ہے کہ ایک شخص کو اس سے محبت ہو، لیکن انسانی دانش یہ کبھی تجویز نہیں کرتی کہ ایسا کمزور اور ناتواں انسان خدا بھی ہوتا ہے۔ یا یہ کہ عورتوں کے پیٹ سے بھی خدا پیدا ہوا کرتے ہیں۔ جب کہ پہلا ہی قدم باطل پر پڑا ہے، تو دُوسرے قدم کی حق پر پڑنے کی کیا اُمید ہو سکتی ہے۔ جو شعاعیں زندہ خدا کامِل صفات سے موصوف خدا کو مان کر دل پر پڑتی ہیں۔ وُہ ایک مرنے والی ہستی، ضُعف و ناتوانی کی تصویر پرستی سے کہاں؟؟؟

اَلطَّالِبُ لَا مَذْهَبَ لَهٗ طالب کو تو سارے تعصب اور عقیدے چھوڑ دینے چاہیں۔ پھر وہ سچے عقائد کی طلب میں لگے۔ تب بہتری کی اُمید ہو سکتی ہے۔ اس کے لئے بنیادی اینٹ خدا ہونی چاہیے۔ تب آخری اینٹ بھی خدا ہی ہوگی۔ جلد بازی اچھی چیز نہیں ہے۔ یہ عموماً بدقسمت انسان کی محرومی کا موجب ہوتی ہے۔ مثلاً اگر آپ ہماری صحبت میں نہ رہیں اور چلے جائیں اور دو چار باتیں بھی کہدیں کہ وہاں کیا تھا، کچھ نہ ملا، تو بتائیے ہمارا اس میں کیا نقصان ہوگا۔ دُنیا میں اس قسم کی باتیں کرنے والے بہت ہیں، لیکن محروم و بدقسمت۔ دیکھو اقلیدس کی چند اشکال اگر ایک بچے کے سامنے رکھ دیں۔ ممکن ہے وہ بعض اشکال کو پسند کرے، لیکن اُن اشکال کی پسندیدگی ایسی نفع بخش تو نہیں ہو سکتی، اس لیے کہ وہ ان کے نتائج سے بے خبر ہے اور نہیں جانتا کہ اُن سے کیا کیا فوائد پہنچ سکتے ہیں۔

میں نے اسلام پر اعتراض کرنے والے دیکھے بھی ہیں اور ان اعتراضوں کو جمع بھی کیا ہے جو اسلام پر کیے جاتے ہیں میں سچ کہتا ہوں کہ جہاں ان ناواقفوں نے اعتراض کیا ہے وہیں حکمت کا خزانہ اور بیش بہا معارف اور حقائق کا دفینہ ہوتا ہے۔ ان کے ہاتھ میں بجز نادانی اور کورچشمی کے اور کچھ نہیں ہے۔ اعتراض کر کے انہوں نے ثابت کر دیا کہ وہ تاریک دماغ کے انسان ہیں اور کجرو طبیعت رکھتے ہیں؛ ورنہ وہ معارف اور حقائق کی معدن پر اعتراض نہ کرتے، اس لیے مَیں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ نرمی اور تحمل کے ساتھ اصل حقیقت کی طلب میں لگیں۔

آپ خداجوئی کے طالب ہیں۔ آپ کے لئے عمدہ طریق یہی ہے کہ آپ پہلے تصحیح عقائد کریں۔ جس سے آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ وُہ خدا جس کی تلاش اور جستجو آپ کو ہے۔ ہے کیا چیز؟ اس سے آپ کی معرفت کو ترقی ملے گی اور معرفت میں جو قوتِ جذب محبت کی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک محبت پیدا کرنے کا موجب ہوگی۔ بُدوں اس کے محبت کا دعویٰ سنیر و پھل کی طرح ہے جو چند روز کے بعد زائل ہو جاتا ہے۔

یہ آپ یاد رکھیں اور ہمارا مذہب یہی ہے کہ کسی شخص پر خدا کا نور نہیں چمک سکتا، جب تک آسمان سے وہ نور نازل نہ ہو۔ یہ سچی بات ہے کہ فضل آسمان سے آتا ہے۔ جب تک خود خدا اپنی روشنی اپنے طلبگار پر ظاہر نہ کرے۔ اس کی رفتار ایک کیڑے کی مانند ہوتی ہے اور ہونی چاہیے، کیونکہ وہ قسم قسم کی ظلمتوں اور تاریکیوں اور راستہ کی مشکلات میں پھنسا ہوا ہوتا ہے، لیکن جب اس کی روشنی اس پر چمکتی ہے، تو اس کا دل و دماغ روشن ہو جاتا ہے اور وُہ نور سے معمور ہو کر برق کی رفتار سے خدا کی طرف چلتا ہے۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 462 تا 464۔ ایڈیشن 2003 انڈیا)

Vol. 19 Monthly Akhbar-e-Ahmadiyya Germany Issue 01
Ahmadiyya Muslim Jamaat, National Shoba Tasneef, , Genfer Str.11, 60437 Frankfurt/M, Tel:069-50688652, Email:akhbar.ahmadiyya@hotmail.com

اہانت کی پاداش

مولانا غلام رسول راجیکی صاحب رضی اللہ عنہ

مولانا غلام رسول راجیکی صاحب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:۔

''حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے عہدِ سعادت کی بات ہے کہ خاکسار موضع سعد اللہ پور میں صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دلائل بیان کر رہا تھا کہ وہاں چوہدری فضل داد صاحب جو موضع چکریاں کے زمینداروں میں سے تھے۔ آ نکلے۔ ان کی طبیعت میں کبر اور تحکم کا مادہ بہت زیادہ تھا۔ مجھے مخاطب کر کے کہنے لگے۔ تُو کیا مرزا مرزا کر رہا ہے۔ مرزا کے سوا تجھے کچھ سوجھتا ہی نہیں اور حضرت اقدس کی شان میں بہت سے توہین آمیز الفاظ انہوں نے استعمال کئے۔ میں نے کہا کہ آپ نے حضرت مرزا صاحب کے متعلق جو باتیں سنی ہیں وہ دشمنوں اور مخالفوں کی زبان سے سنی ہیں۔ جو حضرت مرزا صاحب سے دور رہتے ہیں اور سوائے کورانہ تقلید کے اور کچھ نہیں جانتے۔ جس طرح یہودیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے غلط خیالات اور تصورات کی وجہ سے انکار کیا اور آپ کی ذات والا صفات پر طرح طرح کے اعتراضات کئے اور اس میں عیوب و معائب نکالے تا کوئی شخص آپ پر ایمان نہ لا سکے، یہی حالت ان مخالفین کی ہے۔ حضرت مرزا صاحب کے پاس نہ تلوار ہے کہ وہ لوگوں کو مرعوب کر کے ایمان لانے پر مجبور کریں۔ اور نہ آپ کے پاس مال و منال ہے کہ طمع اور لالچ دیں۔ پس جو شخص آپ پر ایمان لاتا ہے وہ محض علم صحیح اور جوش اخلاص اور حسن نیت سے ایسا کرتا ہے۔ اور آپ کی جماعت کا دن بدن بڑھنا اور باوجود انتہائی مخالفت کے بڑھنا آپ کی صداقت اور منجانب اللہ ہونے کا ایک بین ثبوت ہے۔

یہ سن کر چوہدری فضل داد صاحب نے نہایت ہی کبر سے کہا۔ کہ

''تمہیں مرزا کے ذریعہ سے کون سی بزرگی اور برکت ملی ہے جو ہمیں میسر نہیں۔ اور ہم اس سے محروم ہیں''۔

میں نے جواباً عرض کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب مسیح موعود ظاہر ہوں گے۔ تو وہ خدا تعالیٰ کی مقدس وحی کی روشنی میں امت کے اختلافات کا فیصلہ کریں گے اور سب فرقوں میں سے سعید روحیں اور نیک دل لوگ آپ کے فیصلہ کو قبول کر کے آپ کی معیت اختیار کریں گے۔

پس آج خدا تعالیٰ کے فضل سے مسیح موعود علیہ السلام کے ظہور پر جہاں بہتر فرقے آباء واجداد کی کورانہ تقلید سے آسمانی فیصلہ کا انکار کر رہے ہیں۔ ہمیں خدا تعالیٰ نے توفیق بخشی کی ہم نے آسمانی فیصلہ کو قبول کیا۔ اور امام وقت کی بیعت کر کے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو مانا۔

پس ہمیں حضرت مرزا صاحب پر ایمان لا کر علم صحیح اور عقائد حقہ کی نعمت حاصل ہوئی۔ اعمال صالحہ بجالانے کی توفیق ملی۔ ہمیں آپ کے ذریعہ سے بے شمار آسمانی اور زمینی نشانات مشاہدہ کرنے کا موقع ملا۔ اور خدا تعالیٰ کی ہستی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر پختہ اور کامل یقین حاصل ہوا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل کر کے ہم زندہ خدا کی تجلّیات کے مورد اور زندہ رسول کی برکتوں کے وارث بنے۔

چوہدری فضل داد صاحب بجائے اس کے کہ میری باتوں کو سن کر کوئی استفسار کرتے۔ اپنے پہلے فقرات کو ہی دہرانے لگے۔ چوہدری اللہ داد صاحب نے بھی ان کو سمجھایا اور بے جا کلمات کے استعمال سے روکا۔ لیکن وہ باز نہ آئے۔ اور کہنے لگے کہ یہ ''مرزائی میرا کیا بگاڑ سکتا ہے''۔ میں نے عرض کیا کہ چوہدری صاحب! ہمارے مقتدا و پیشوا اور ان کی جماعت کا مقصد بگاڑنا نہیں بلکہ بنانا ہے۔ پس ہماری تو یہی خواہش ہے کہ آپ کا اور آپ کے متعلّقین کا کبھی کچھ نہ بگڑے۔ یہ سن کر چوہدری صاحب غضب آلود لہجہ میں بولے کہ ''ہمیں تم سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانے کی ضرورت نہیں۔ اور نہ ہی تمہارے مرزا سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہے۔ تو نے ہمیں کیا سمجھا ہے؟ ہم کسی کے محتاج نہیں''۔

میں نے عرض کیا کہ چوہدری صاحب! انسان اللہ تعالیٰ کا تو ہر وقت اور ہر آن محتاج ہے۔ بلکہ عالمِ موجودات کا ذرہ ذرہ اس کا محتاج ہے۔ انفسی طور پر بھی اور آفاقی طور پر بھی۔ اور اس کے قویٰ، حواس اور اعضاء میں سے کوئی جاتا رہے یا اس میں اختلال واقع ہو جائے تو انسان اس نقصان کی تلافی محض اپنے ارادہ اور طاقت سے نہیں کر سکتا۔ اسی طرح ہوا، پانی، آگ وغیرہ کی ہر وقت انسان کو ضرورت ہے۔

یہ سن کر چوہدری فضلداد کہنے لگے۔ ''سن او مرزائیا! میں تجھے اور تیرے مرزا کو کچھ نہیں سمجھتا۔ میری گاؤں میں بڑی جائداد ہے۔ اور ایک وسیع قطعہ اراضی کا مالک ہوں''۔ میں نے کہا۔ کیا آپ کی جائداد مصر کی مملکت سے بھی زیادہ ہے۔ کہنے لگے کہ اتنی نہ سہی۔ لیکن پھر بھی ایک گاؤں کے بہت سے حصہ کا مالک ہوں۔ میں نے کہا کہ اگر آپ دنیوی حکومت کو لگان نہ دیں تو وہ آپ کو اس اراضی سے بے دخل کر سکتی ہے تو خدائے ذوالجلال کی حکومت کیا کچھ نہیں کر سکتی۔ کیا اس کے اختیار میں نہیں کہ جس کو چاہے حکومت کے تخت پر فائز کرے۔ اور جس کو چاہے۔ حکومت سے بے دخل کر دے۔ اس پر چوہدری صاحب کہنے لگے کہ ''کیا تُو اور تیرا مرزا خدا ہیں۔ جو مجھے میری مملکت سے بے دخل کر دیں گے''۔

میں نے عرض کیا کہ میں اور میرے پیشوا کسی کو جائداد سے بے دخل کرنا نہیں چاہتے۔ بلکہ ہماری یہ خواہش ہے کہ دنیوی حسنات کے ساتھ اخروی برکات بھی لوگوں کو حاصل ہوں۔ ہاں جو شخص خدا کے مقدس اور برگزیدہ ماموروں کی توہین کا ارتکاب کرتا ہے۔ وہ خدائی گرفت میں بھی آتا ہے اور حضرت مرزا صاحب کے ساتھ تو خدا تعالیٰ کا خاص وعدہ ہے۔ کہ اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ. یعنی جو آپ کی اہانت کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کرے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی غیرت ہے جو وہ اپنے پاک مسیح کے لئے رکھتا ہے۔

یہ سن کر چوہدری صاحب کہنے لگے۔ کہ ''تمہیں کچھ طاقت حاصل ہے تو میرا کچھ بگاڑ کر دکھاؤ''۔ میں نے عرض کیا کہ میں تو آپ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ لیکن اگر آپ کی یہی خواہش ہے تو اس کو پورا کرنے والی ایک ہستی ایسی ہے جو اپنی حکمت اور مصلحت سے ایسا بھی کر سکتی ہے۔ اس پر چوہدری صاحب اونچی آواز سے دشنام طرازی کرتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے کہ ''اس میرزائی کافر کو میں کیا سمجھتا ہوں اور یہ کیا چیز ہے''۔ وہاں سے چلے گئے۔

اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ اس اہانت آمیز گفتگو کے چند روز بعد چوہدری صاحب مذکور لاہور گئے۔ اور وہاں جاتے ہی ایک طوائف کے چنگل میں پھنس گئے۔ اور اس کو طرح طرح کے سبز باغ دکھا کر اپنے گاؤں موضع چکریاں میں لے آئے۔ وہ عورت کچھ عرصہ تک وہاں رہی اور چوہدری فضل داد کی عزت و دولت برباد کر کے واپس لاہور چلی گئی۔

جو خطیر رقم اِدھر اُدھر سے اکٹھی کر کے چوہدری فضل داد نے اس عورت پر خرچ کی تھی اب اس کی واپسی کا تقاضا شروع ہوا۔ اور ان کے خلاف مقدمہ کی صورت پیدا ہوگئی یہاں تک کہ اس ذلت آمیز حالت میں ان کو اپنے آبائی وطن سے روپوش ہونا پڑا۔ اور وہ جائداد جس پر ان کو بڑا ناز تھا کچھ اس ساحرہ نے لوٹ لی۔ اور باقی مقدمات کی نذر ہوگئی۔ غرضیکہ وہ تھوڑے ہی عرصہ میں ہر طرح کی ذلت اور نکبت کا شکار ہوگئے۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار

(حیات قدسی جلد 4 صفحہ 12 تا 15)

کلام حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ

آؤ تمہیں بتائیں محبت کے راز ہم
چھیڑیں تمہاری روح کے خوابیدہ ساز ہم

میدان عشق میں ہیں رہے پیش پیش وہ
محمود بن گئے وہ بنے جب ایاز ہم

بطحا سے نکلے وہ کبھی سینا سے آئے وہ
جدت طراز وہ ہیں کہ جدت طراز ہم

ایسی وفا ملے گی ہمیں اور کس جگہ
آئیں گے ان کے عشق سے ہرگز نہ باز ہم

وہ آئے اور عشق کا اظہار کر دیا
پڑھتے رہے اندھیرے میں چھپ کر نماز ہم

عشق صنم سے عشق خدا غیر چیز ہے
اس رہ کے جانتے ہیں نشیب و فراز ہم

اِک ذرّہ حقیر کی قیمت ہی کیا بھلا
کرتے ہیں ان کے لطف کے بل پر ہی ناز ہم

گاتے ہیں جب فرشتے کوئی نغمۂ جدید
ہاتھوں میں تھام لیتے ہیں فوراً ہی ساز ہم

(کلام محمود صفحہ 231)